علوم القرآن کی نئی جہات

ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ کی ''محاضرات قرآنی'' کے تناظر میں

* ڈاکٹر ثناء اللہ

اسلامی تعلیمات کی بنیاد قرآن کریم ہے، غار حرا میں نازل ہونے والی پہلی آیت: ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ﴾(۱) سے جہاں مذہب اسلام کا آغاز ہوتا ہے وہیں تعلیم قرآن کی بنیاد استوار ہو جاتی ہے۔ تعلیم کتاب و حکمت کو نبوت کے فرائض منصبی میں سے نہایت اہم اساسی فریضہ قرار دیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ﴾(۲)

''حقیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جب کہ ان میں انہی میں سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کا تزکیہ کرتے ہیں اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں''۔

قرآن پاک حضورﷺ کا ایک زندہ معجزہ ہے اس کتاب کے علوم و معارف اور حقائق و اسرار قیامت تک آنے والے محققین منصۂ شہود پر لاتے رہیں گے قرآن کریم کے علوم کا شمار خارج از امکان ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں ''قرآن کریم تمام علوم کا سرچشمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہر چیز کا علم فراہم کر دیا ہے اور اس کو ہدایت اور گمراہی دونوں باتوں کے واضح بیان سے بھر دیا ہے۔ یہی باعث ہے کہ ہر ایک فن کا ماہر اسی کتاب سے مدد لیتا ہے اور اپنے مسائل کی تحقیق میں اسی کتاب پر اعتماد کرتا ہے، فقیہ اس سے احکام کا استنباط کرتا ہے اور حلال وحرام کے احکام ڈھونڈ نکالتا ہے، تو نحوی اسی کی آیتوں پر اپنے قواعد اعراب کی بنیاد رکھتا ہے اور غلط وصحیح کا امتیاز کرتا ہے اور علم بیان کا ماہر بھی خوبی اور عبارت آرائی میں اسی کتاب کی روش اور رہنمائی پر چلتا نظر آتا ہے۔ گزشتہ قوموں کی تواریخ بھی اس میں موجود ہیں (۲) قرآنی علوم میں چونکہ ایجاز واختصار کا اسلوب اختیار کیا گیا ہے اس لئے احکام قرآن کی تبیین وتوضیح

---

* لیکچرار ڈیپارٹمنٹ قرآن اینڈ تفسیر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی H-8، اسلام آباد

کی ذمہ داری بھی نبی کریم ﷺ کے دوش مبارک پر ڈالی گئی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَیۡهِمۡ ﴾ (۳)

"اور ہم نے آپ ﷺ پر ذکر یعنی قرآن کریم نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اس چیز کی وضاحت کریں جو ان کے لیے نازل کی گئی"۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (۴) نے قرآن اور علوم القرآن کے تین بڑے مقاصد بیان کئے ہیں۔اول: نفس انسانی کی تہذیب، دوم: عقائد باطلہ کا رد، سوم: اعمال فاسدہ کی نفی۔(۵)

ان مقاصد کے حصول میں قرآن کریم سے اخذ و استنباط کی علمی، فکری، عملی اور تجربی کاوشوں کی تاریخ چودہ صدیوں پر پھیلی ہوئی ہے۔انسان کے نفسیاتی ارتقاء کی تکمیل تک قرآن کریم انسانیت کی ہدایت وراہنمائی کا اصل منبع ہے۔علوم القرآن، علوم الحدیث، اصول الفقہ، الفقہ جتنے بھی اسلامی علوم ہیں بنیادی طور پر قرآن حکیم ہی سے ماخوذ ہیں ۔علوم القرآن کے ارتقائی منازل میں شاہ ولی اللہ کی "الفوز الکبیر" نے علماء کو نئی جہتوں سے روشناس کرایا اسی طرح علامہ اقبالؒ نے جدید علمی دریافتوں کو قرآن کریم کی کسوٹی پر پرکھنے کی ضرورت پر زور دیا۔یہ انہی احساسات وجذبات اور تلاش فکر کا تسلسل ہے جسے ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ نے علوم القرآن کے چند جدید موضوعات کا قرآن کریم اور علوم القرآن کے مصادر سے نمایاں کیا، اور قدیم موضوعات کو سلیس اور دل نشین زبان میں پیش کیا۔

مطالعہ علوم القرآن کی نئی جہتوں کے تناظر میں یہ سوال بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔کہ زوال کے بعد ملت اسلامی قرآن کریم کی علمی وفکری ترقی کا ماحول زندہ نہ رکھ سکی۔اور جدید مادی قوتوں نے مادی ترقی کو بام عروج پر پہنچا دیا۔اس کے مقابلے میں حامل قرآن امت غلامی کے ساتھ ساتھ جدید سائنسی وفلسفیانہ علوم کے منفی اثرات کا شکار ہوئی اور مثبت اثرات سے محروم رہی۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی کی "محاضرات قرآنی" قرآن کریم، تاریخ تدوین قرآن کریم اور علوم القرآن کے چند پہلوؤں پر یہ خطبات کی شکل میں اپریل ۲۰۰۳ء میں خواتین مدرسات قرآن کے روبرو دیئے گئے (۶)۔جو کہ ڈاکٹر محمود احمد غازی کی یہ کتاب بارہ خطبات پر مشتمل ہے۔

خطبہ اول: تدریس قرآن مجید ایک منہاجی جائزہ

خطبہ دوم: قرآن مجید ایک عمومی تعارف

خطبہ سوم: تاریخ نزول قرآن مجید

خطبہ چہارم: جمع وتدوین قرآن مجید
خطبہ پنجم: علم تفسیر ایک تعارف
خطبہ ششم: تاریخ اسلام کے چند عظیم مفسرین قرآن
خطبہ ہفتم: مفسرین قرآن کے تفسیری مناہج
خطبہ ہشتم: اعجاز القرآن
خطبہ نہم: علوم القرآن ایک جائزہ
خطبہ دہم: نظم قرآن اور اسلوب قرآن
خطبہ یازدھم: قرآن مجید کا موضوع اور اس کے اہم مضامین
خطبہ دوازدھم: تدریس قرآن مجید دور جدید کی ضروریات اور تقاضے۔

علوم القرآن کے میدان میں ''محاضرات قرآنی'' کی اہمیت

قرآن کریم کی جمع وتدوین گویا علوم القرآن کا ایک آغاز ہے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میدان مختلف تحقیقات اور تصانیف سامنے آگئی۔قرآن کریم کا بنیادی مقصد انسان کی تخلیق وفطرت کے مطابق راہنمائی ہے اس۔ علماء سلف نے جہاں اخذ فکر وتحقیق پر کام کیا وہاں انھوں نے وحی کے اسرار ورموز پر بھی پوری توجہ مرکوز رکھی۔ وقت وز حالات وواقعات، تبدیلی معاشرہ ماحول کی نزاکتوں کو نظر انداز نہیں کیا یوں قرآنی علوم کی تحقیق وجستجو میں علمائے سل کا کام مثالی ہے۔اولین کتابوں میں ابن الجوزی کی ''فنون الأفنان فی عجائب القرآن'' (۷) اہم کتاب ہے امام بد الدین زرکشی (متوفی ۷۹۴ھ) نے سنتالیس ایسے علوم کا تذکرہ کیا ہے جو مطالعہ قرآن کے ضمن میں مُمد اور معاون ثاب ہوتے ہیں ۔(۸)

اسی کتاب کو بنیاد بنا کر جلال الدین سیوطی (۹) نے اپنی کتاب " **الاتقان فی علوم القرآن**'' لکھی ج میں امام زرکشی کی قائم کردہ انواع علوم القرآن پر اضافہ کر کے اسی (۸۰) کر دیں امام سیوطیؒ کا خیال ہے کہ یہ تین سو۔ تجاوز کر سکتی ہیں (۱۰)

''**الاتقان** '' کی تالیف کے دوران میں جلال الدین سیوطی نے علوم القرآن پر متعدد کتب کا مطالعہ کیا(تین کتب کا بطور خاص جبکہ باقی کتب کا آپ نے ضمناً ذکر کیا ہے۔

اپنے شیخ عبداللہ محی الدین الکافیجی کا علوم القرآن میں مختصر رسالہ، قاضی القضاۃ جلال الدین بلقینی کی ''مواقع العلوم من مواقع النجوم'' امام بدرالدین زرکشی ''البرھان فی علوم القرآن'' کو الاتقان اور اپنی دوسری کتاب ''التجیر فی علوم التفسیر'' (۱۲) کے بنیادی مآخذ کے طور پر لیا (۱۳) مذکورہ کتب اور الاتقان میں بیان کردہ انواع کو علامہ شبلی نعمانی چھ اقسام کی تصانیف کا موضوع قرار دیتے ہیں، فقہی، ادبی، تاریخی، نحوی، لغوی اور کلامی۔ (۱۴)

بدرالدین زرکشی (م ۷۹۴ھ) نے سنتالیس ایسے علوم کا تذکرہ کیا ہے جو مطالعہ قرآن میں مددگار ہیں (۱۵) علامہ جلال الدین سیوطی نے جلال الدین بلقینی کی کتاب ''مواقع العلوم من مواقع النجوم'' کو مدنظر رکھا اور اسکی بہت تعریف کی (۱۶) جلال الدین سیوطی نے ''الاتقان'' کے علاوہ تجیر فی علوم التفسیر لکھی جس میں علوم القرآن کے تحت ۱۰۲ انواع کو شامل کیا اور ''الاتقان'' میں علوم القرآن کے (۸۰) اقسام پر اکتفاء کیا۔

علام القرآن میں بنیادی طور پر یہی مذکورہ اقسام یا علوم علماء کے نزدیک زیر بحث لائے گئے بعد ان میں کوئی خاطر خواہ اضافہ نہیں ہوا خصوصاً فنی نوعیت کے اقسام میں زیادہ وسعت کی گنجائش باقی نہ رہی تھی، البتہ عصر حاضر میں ان علوم کو مزید مختصر کرنے کا رجحان بھی رہا ہے جس سے مزید جامعیت پیدا ہوتی رہی، ڈاکٹر صبحی صالح نے ''علوم القرآن'' میں چیدہ چیدہ اقسام کو بیان کیا (۱۷) مولانا تقی عثمانی نے ''علوم القرآن'' میں چودہ ابواب کو شامل کیا۔

علوم القرآن کا یہ ارتقائی سفر شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی پر آکر ایک نیا رخ اختیار کرتا ہے ''الفوز الکبیر'' میں انھوں نے ان علوم کو چار ابواب، وجوہ خفائے نظم قرآن، نظم قرآنی کے لطائف اور اس کے اسلوب بدیع کی تشریح، فنون تفسیر اور غریب القرآن کے تحت بیان کیا ہے جبکہ باب اول میں مطالعہ قرآن کو علوم پنجگانہ کے تحت بیان کیا گیا، اول: علم الاحکام جس میں عبادات، معاملات، تدبیر منزل اور تدبیر مدن، دوم: علم مناظرہ یا مخاصمہ، جس میں یہود، نصاریٰ، مشرکین اور منافقین سے معاملات، سوم: تذکیر بالآء اللہ، جس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، خالقیت، ربوبیت اور رحمت، چہارم: تذکیر بایام اللہ، جس میں ہدایت وضلالت اور حق وباطل کی کشمکش پر روشنی اور پنجم: تذکیر بالموت وما بعد الموت، جس میں موت اور بعد از موت کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔

محاضرات قرآنی کی اہمیت عصری تقاضوں کی روشنی میں تفسیری ادب

ڈاکٹر محمود احمد غازی'' کی کتاب محاضرات قرآنی'' میں ایک اہم اضافہ ہے۔ محاضرات قرآنی کئی خصوصیات کی حامل ہے۔ اس میں قرآنیات کے حوالے سے تقریباً تمام موضوعات کا احاطہ کرنے اور طویل ودقیق موضوعات کو مختصر

اور عام فہم انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور بڑی حد تک ڈاکٹر صاحب کو اس کوشش میں کامیابی بھی حاصل ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں محاضرات قرآنی کا مطالعہ ایک عام قاری کو دوسری بہت سی کتب سے مستغنی کرتا ہے اور ایک محقق کے علمی سفر کے لیے راہ ہموار کرتا ہے۔ وہاں ڈاکٹر صاحب کے علمی مقام و مرتبہ کو بھی اجاگر کرتا ہے۔ جہاں یہ محاضرات ایک ادیب کے لیے ادب کی چاشنی اور ایک محقق کے لیے تحقیقی رہنمائی لئے ہوئے ہیں۔ وہیں ایک مدرس کے لئے انداز تدریس کا سامان بھی فراہم کرتے ہیں۔

اس کتاب کی اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ کتاب علوم القرآن کے سابقہ کتب (عربی+اردو) کے افکار کا ایک جامع اور مختصر مجموعہ ہے تو بے جا نہ ہوگا۔

۲۔ اس کتاب کا انداز تحریر خطیبانہ ہے، کیونکہ ڈاکٹر صاحب نے اسلام آباد اور راولپنڈی شہر کے کم و پیش ایک سو مدرسات کے سامنے خطبات کی شکل میں پیش کیا اور پھر ان کی بہن عذرا نسیم فاروقی نے اسے صوتی مسجل سے صفحہ قرطاس پر منتقل کیا۔ اس لئے کتاب کا انداز تحریری نہیں بلکہ تقریری ہے۔ اور انداز بیان بھی عالمانہ اور داعیانہ ہے تحقیقی نہیں (۱۸)

خود ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں ''ان خطبات کی زبان تحریری نہیں تقریری ہے، انداز بیان عالمانہ اور محققانہ نہیں داعیانہ اور خطیبانہ ہے چونکہ خطبات کا کوئی متن پہلے سے تیار شدہ نہ تھا اس لیے انداز بیان میں خطیبانہ رنگ کہیں کہیں بہت نمایاں ہو گیا ہے۔ نظر ثانی کے دوران میں اس انداز کو بدلنا طویل وقت کا متقاضی تھا اس لئے اس کی کوشش نہیں کی گئی۔ (۱۹)

۳۔ اس کتاب سے عام لوگ اور علماء دونوں مستفید ہو سکتے ہیں، عام لوگ اس لئے کہ اس کتاب کی زبان بہت سلیس سادہ اور آسان ہے اور علماء کے لیے مصادر اصلیہ سے بہت نایاب قسم کے نکات پیش کیے گئے ہیں۔

۴۔ سب سے اہم پہلو یہ ہے وہ یہ کہ علوم القرآن کے موضوعات کو بنیادی ماخذ کی روشنی میں مگر عصر جدید کی ذہنی ضرورتوں کو پیش نظر رکھ کر زیر بحث لایا گیا ہے۔

خود ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں ''علوم القرآن سے مراد وہ تمام علوم و معارف ہیں جو علماء کرام اور مفسرین اور مفکرین ملت نے گزشتہ چودہ سو سال کے دوران قرآن مجید کے حوالہ سے مرتب فرمائے ہیں۔ ایک اعتبار

سے اسلامی علوم وفنون کا پورا ذخیرہ قرآن مجید کی تفسیر سے عبارت ہے۔(۲۰).. وحدت علوم کا منطقی نتیجہ بھی یہی ہے اور وحدت فکر اور تصور وحدت کائنات کا بھی یہی ثمرہ ہے کہ سارے علوم وفنون کو قرآن مجید سے وہی نسبت ہو جو پتوں کا شاخوں سے اور شاخوں کا تنے سے یہی وہ مقصد ہے جس کے حصول کے لئے گزشتہ ساٹھ ستر سال سے اہل فکر ودانش کوشاں ہیں۔ یہ وہ کوشش ہے جس کو آج تمام عصری علوم کو اسلامی بنانے یعنی "Islamization of Knowledge" کی اصطلاح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔(۲۱)

آج مسلمانوں کے پاس رائج الوقت تمام علوم وفنون اکثر وبیشتر مغربی ذرائع ومصادر سے پہنچے ہیں۔ان سب علوم کی اساس اوران سب نظریات کی اٹھان ایک غیر اسلامی ماحول میں ہوئی ہے۔ غیر اسلامی نظریات وتصورات اور لادینی افکار واساسات پر ان سارے علوم وفنون کا ارتقاء ہوا ہے۔(۲۲)

یہی وجہ ہے کہ قرآنی علوم وفنون میں اور دور جدید کے مغربی علوم میں بہت سے مقامات پر ایک تعارض اور تناقض محسوس ہوتا ہے۔

جب مسلمان اپنے تمام موجودہ معاشرتی اور انسانی علوم کو از سر نو مدوّن کر لیں گے تو پھر وہ اسی طرح سے قرآن فہمی میں مددگار ثابت ہوں گے جس طرح ماضی میں مسلمانوں کے معاشرتی اور انسانی علوم نے قرآن فہمی میں مدد دی۔(۲۳)

۵۔ اس کتاب کی یہ بھی خوبی ہے کہ اس کے اندر تفسیر اور اصول تفسیر کے بارے میں سلیس اور آسان زبان بہت اہم مواد موجود ہے خاص کر تفسیر اور تاویل کے درمیان فرق اور قدیم اور متاخرین کے درمیان جو اختلاف تھا ڈاکٹر صاحب نے بہت آسان لفظوں میں بیان کیا اور ساتھ یہ بھی ثابت کیا کہ بعض متاخرین بھی تاویل کو تفسیر کے معنوں میں استعمال کرتے مثلاً برصغیر میں مولانا حمید الدین فراہی اور ان کے شاگرد مولانا امین احسن اصلاحی نے تاویل اور تفسیر کو قریب قریب مترادف معنوں میں استعمال کیا ہے۔(۲۴)

فرماتے ہیں حضرات مفسرین کی عمومی اصطلاح میں تفسیر یہ کہ قرآن مجید کی تفسیر کے عام اصولوں کو منطبق کر کے جو ظاہری مطلب سمجھ میں آئے وہ بیان کر دیا جائے، یعنی جو مفہوم تفسیر کے عام اصولوں کے مطابق ہوا سے تفسیر کہتے ہیں لیکن اگر بظاہر کوئی ایسا مشکل لفظ ہو کہ یا تو اس کے ظاہری معنی مراد نہ لیے جاسکیں یا اگر اس کے ظاہری معنی مراد لیے جائیں تو اس سے کوئی اعتراض یا قباحت پیدا ہوتی ہے اور وہاں ظاہری معنی سے ہٹ کر کوئی دقیق تر مفہوم مراد لینا ناگزیر ہو، تو پھر ظاہری معنی سے ہٹ کر جو معنی مراد لیے جائیں گے ان کو تاویل کہا جائے گا۔(۲۵)

ڈاکٹر محمود غازی نے قرآن کے مضامین (علوم خمسہ) کو دو مختلف انداز میں پیش کیا:

ڈاکٹر صاحب نے قرآن مجید کے مضامین کو دو مختلف انداز میں پیش کیا جس میں پہلے شاہ ولی اللہؒ کے بیان کردہ علوم خمسہ کا مکمل ذکر کیا۔اس کے بعد اپنے غور وفکر سے اخذ کرہ قرآن کریم کے پانچ بنیادی مضامین کا ذکر فرمایا۔ڈاکٹر محمود احمد غازی نے ان پانچ علوم کو مزید سہل کر کے بیان کیا ہے تا کہ عام لوگ بھی اس سے استفادہ کر سکیں ۔عقائد،احکام،اخلاق،تزکیہ اور احسان امم سابقہ کا تذکرہ اور موت بعد الموت۔شاہ ولی اللہ الدھلوی کے نزدیک قرآن مجید کے بنیادی مباحث یہ ہیں۔

۱۔ تذکیر باحکام اللہ: یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کو یاد دلانا،شاہ صاحب کی اصطلاح میں یہ قرآن مجید کا ایک بہت اہم اور بنیادی مضمون ہے۔یہ فقہی احکام جو قرآن کریم میں بیان ہوئے جن کی مزید تفصیل حدیث میں آئی اور جن کے بارے مزید شرح وسبط سے فقہائے اسلام نے کام لیا اس کو شاہ صاحب نے چار اہم ذیلی عنوانات میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ عبادات: وہ اعمال جو انسان اور اللہ کے درمیان تعلق کو مضبوط کرتے ہیں،مثلاً نماز،رووزہ،زکوٰۃ اور حج (۲۶)

۲۔ معاملات: یعنی وہ احکام جو انسان کے انسانوں کے ساتھ تعلقات کو منضبط کرتے ہیں،ان احکام میں انسان کی گھریلو زندگی،نکاح،طلاق،خرید وفروخت اور جنگ اور صلح وغیرہ کے قوانین شامل ہیں۔معاملات میں وہ سب چیزیں شامل ہیں جو قانون کا موضوع سمجھی جاتی ہیں (۲۷)۔

۳۔ تدبیر منزل: انسان کی عائلی زندگی کی ترتیب اور نظم،یہ خاندانی روابط کا وہ معاشرتی پہلو ہے جس کی پاسداری کر کے ہی خاندان اور معاشرہ کے اداروں کو کامیابی سے چلایا جا سکتا ہے (۲۸)۔

۴۔ چوتھی چیز تدبیر مدن ہے،یعنی حکومتوں کا نظام چلانا اور اس میں ہدایات اور رہنمائی فراہم کرنا،یہ چار بڑے شعبے ہیں جنہیں شاہ صاحب احکام کی چار بڑی شاخیں قرار دیتے ہیں (۲۹)

شاہ ولی اللہ کے نزدیک قرآن مجید کا دوسرا بنیادی مضمون مخاصمہ ہے،مخاصمہ سے مراد دوسری اقوام یا دوسرے مذاہب کے ماننے والوں سے جو مکالمہ ہو اس کا اسلوب کیا ہو،دوسری اقوام کے غلط عقائد پر تبصرہ،ان غلطیوں کی اصلاح اور ان کی جگہ صحیح عقائد کی یاد ہانی اور اعتراضات کے جوابات:

گمراہ فرقوں میں قرآن مجید نے چار کو بہت اہمیت دی ہے۔

۱۔ یہود ۲۔ عیسائی ۳۔ مشرکین ۴۔ منافقین

یہود اور عیسائیوں کے بعد قرآن مجید میں مشرکین کے عقائد پر تبصرے ہیں مشرکین میں وہ تمام اقوام شامل ہیں جو بت پرستی کے کسی نہ کسی مرض میں گرفتار ہیں اور کسی آسمانی مذہب کی کوئی بدلی ہوئی شکل نہیں ہیں۔ چوتھا اور آخری گروہ منافقین کا ہے۔قرآن مجید کی مدنی سورتوں میں ان کی زیادہ تفصیل ہے۔خاص طور پر مدنی دور کے اہم واقعات ،مثلاً غزوہ احد، واقعہ افک ،اور غزوہ احزاب کے ضمن میں منافقین کا ذکر قدرے تفصیل سے کیا گیا ہے۔(۳۰) تیسرا مضمون وہ ہے جس کو شاہ صاحب تذکیر بالآء اللہ کے عنوان سے یاد کرتے ہیں یہ ایک اعتبار سے توحید اور عقائد کا ایک مہتم بالشان شعبہ ہے۔اور ایک دوسرے اعتبار سے اپنی انفرادی شان بھی رکھتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی خالقیت اور اس کی قدرت کاملہ اور بندے پر اللہ تعالیٰ کے جو خاص انعامات ہیں ان کا تذکرہ بار بار یاد دہانی خود اپنی جگہ ایک اہمیت کی حامل ہے بندوں کو اپنی نعمتوں سے سرفراز کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کے جو عجیب وغریب نمونے دکھائے ہیں ان کو قرآن مجید آلاء کے جامع لفظ سے یاد کیا گیا ہے(۳۱)

قرآن مجید کا چوتھا بنیادی مضمون وہ ہے جس کو شاہ صاحب تذکیر بایآم اللہ کے نام سے یاد کرتے ہیں یعنی دین پر عمل کرنے یا نہ کرنے کے نقطہ نظر سے انسانیت کی تاریخ اور اس کا نشیب وفراز ،ماضی میں جتنے اچھے انسان ہوئے یا برے انسان ہوئے ان کے واقعات ،ان کو اس لیے بیان کیا جائے کہ پڑھنے والے اچھے راستے کو اختیار کریں اور برے راستے سے بچیں(۳۲)

پانچواں اور آخری مضمون جو شاہ صاحب کے نزدیک قرآن مجید کا بنیادی مضمون ہے وہ تذکیر بالموت و مابعد الموت ہے یعنی موت اور موت کے بعد آنے والے تمام واقعات کی یاددہانی (۳۳)

ڈاکٹر محمود احمد غازی نے ان پانچ علوم کو مزید تسہیل کر کے بیان کیا ہے تاکہ عام آدمی کی سمجھ میں بھی آسکے ۔ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں ’’ہم اپنی سمجھ کے مطابق اگر جائزہ لیں تو شاہ صاحب کے بیان کردہ علوم خمسہ کی طرح ہمیں بھی قرآن پاک میں پانچ مضامین نظر آتے ہیں۔ان پانچوں میں سے ہر مضمون قرآن مجید کے ہر صفحہ پر بالواسطہ یا بلا واسطہ موجود ہے۔(۳۴)

ان میں سب سے پہلا مضمون عقائد کا ہے،عقیدہ کے لغوی معنی ہیں گر،عقدہ بھی اس سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں عقیدہ کو بیان کر کے انسانی فکر کو ایک خاص راستہ اور نہج عطا فرمایا ہے۔ یہ راستہ اتنا واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا کہ میں ایک ایسا راستہ لے کر آیا ہوں جو نہایت سیدھا ہے جس

پر آنکھ بند کر کے بھی چلا جائے تو منزل مقصود تک پہنچا جا سکتا ہے۔

اس راستہ میں اتنی روشنی ہے کہ **لیلھا کنھارھا** اس کی راتیں بھی اتنی روشن ہیں جیسے! اس کے دن، اس راستہ میں کوئی الجھاؤ اور پریشانی نہیں (۳۵)

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں عقیدہ کی تین بنیادیں ہیں جن کا قرآن مجید میں ذکر کیا گیا ہے، توحید، رسالت اور معاد۔ معاد کے لفظی معنی ہیں وہ جگہ یا وہ وقت جہاں آپ کسی سے ملاقات کا وقت مقرر کریں، معاد کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان سے اور ہر قوم سے ملاقات کا ایک وقت مقرر کیا ہوا ہے۔ اس ملاقات کی تفصیلات قرآن کریم میں موجود ہیں، توحید، رسالت اور معاد کا آپس میں گہرا منطقی ربط ہے۔ جب انسان کائنات پر تھوڑا سا بھی غور کرتا ہے تو وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اس کائنات کا ایک خالق ہونا چاہئے اور ہے اگر خالق ہے تو حکیم بھی ہے اور وہ علیم بھی ہے۔ کہ علم کے بغیر کائنات کو چلانا ممکن نہیں ہے۔ اس طرح وہ ساری الٰہی صفات جو قرآن کریم میں اسماء حسنٰی میں بیان ہوئی ہیں وہ ایک عقیدہ کے منطقی نتیجہ کے طور پر ایک ایک کر کے سامنے آتی چلی جائیں گی۔

جب ایک دفعہ توحید کا عقیدہ انسان مان لے تو پھر دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہم کیسے کام کریں، لہٰذا ہمیں اس کی مرضی معلوم کرنی ہوگی یوں ذرا غور کرنے سے رسالت اور نبوت پر یقین آ گیا کہ وہ بھی ضروری ہے۔

جب نبوت اور رسالت پر عقیدہ مضبوط ہو گیا تو یہ سوال پیدا ہوتا کہ جو نیکوکار رہے ہوں گے ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کیا سلوک کریگا اور جو بدکار رہوں گے ان کے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ یوں یہاں سے معاد پر یقین پیدا ہو گیا۔ (۳۶)

جب قرآن مجید توحید کے بنیادی عقائد کا ذکر کرتا ہے تو اس کے پیش نظر یہ بات بھی رہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے بارے میں ماضی میں کن کن راستوں سے گمراہیاں آتی ہیں، قرآن مجید کا اسلوب یہ ہے کہ ایسی گمراہیوں کو پہلے ہی روک دیا جائے۔ (۳۷)

عقیدہ کے بارے میں انسانی غلط فہمی کا ازالہ

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں: ایک اور چیز عقائد کے بارے میں خاص طور پر قرآن مجید میں آتی ہے جو ماضی میں بڑی غلط فہمی کا ذریعہ بنتی رہی ہے اس باب میں اگر الجھن پیدا ہو جائے تو انسان بہت سی غلط فہمیوں کا شکار بن جاتا ہے۔ سب سے بڑی غلط فہمی انسان کو اپنے بارے میں ہو جاتی ہے، کبھی وہ سمجھتا ہے کہ میں سب سے بڑا ہوں تو اپنے آپ

کوخدا سمجھتا ہے جیسا فرعون ''فحشر فنادی فقال انا ربّکم الاعلی''(۳۸)

اس کے برعکس کبھی ایک اور غلط فہمی انسان کو یہ پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ میں تو کیڑوں مکوڑوں سے بھی بدتر ہوں، دنیا کی ہر چیز مجھ سے برتر اور افضل ہے وہ میرے لیے خدا ہے، ہر وہ چیز جو مجھے نفع یا نقصان پہنچائے وہ میرے لیے خدا کا درجہ رکھتی ہے وہ بندر ہو، چھپکلی ہو، پیپل کا درخت ہو، گنگا اور جمنا کے دریا ہوں، ان سب کو معبود ٹھہرایا گیا ہے۔

قرآن مجید نے ان دونوں غلط فہمیوں کی تردید کردی اور بتایا کہ انسان کا درجہ ہم نے اپنی تمام مخلوقات سے بلند کیا ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا﴾ (۳۹)

یعنی ہم نے بنی آدم کو مکرم بنایا، بر و بحر میں ان کو سواریاں عطا کیں ان کو پاکیزہ اور ستھری چیزوں پر مشتمل رزق عطا فرمایا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر ان کو بڑی فضیلت اور برتری عطا کی۔ لہٰذا جب ہم نے اکرام عطا کیا ہے تو دنیا کی کسی چیز کو دیوتا نہ مانو، ہر چیز سے تمھارا درجہ بلند ہے اور ہر چیز تمہارے لیے مسخر کی گئی ہے۔

قرآن مجید کا دوسرا بڑا مضمون احکام ہے، یعنی قرآن کریم کی وہ ہدایات اور تعلیمات جو انسانی زندگی کے ظاہری اعمال کو منظم کرتی ہیں، قرآن کریم نے رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی تعلیم اور شریعت کے اوصاف اور خوبیاں بیان کرتے ارشاد فرمایا:

﴿ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ (۴۰)

یہاں یہود کی طرف بھی بالواسطہ اشارہ ہے کہ ان کے ربیوں اور راہبوں نے عوام الناس پر غیر ضروری ضابطوں اور لاتعداد اصول اور قواعد کا اتنا بوجھ لاد دیا تھا کہ لوگ اس سے اکتا گئے تھے۔ قرآن مجید نے واضح اور دوٹوک اعلان کیا کہ دین میں نہ کوئی سختی ہے اور نہ تنگی۔ ''وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ''(۴۱) اور'' الدّین یسر '' اور ایسے ہی دوسرے اصول وقواعد شریعت کے احکام کی بنیاد ہیں۔

جس طرح عقائد میں بعض بنیادی ہدایات دی گئی ہیں اسی طرح احکام میں بھی بنیادی ہدایات دی گئی ہیں براہ راست احکام پر مبنی آیات قرآن کریم میں صرف دو سو یا سوا دو سو ہیں اور اتنی ہی مزید ہیں جو احکام سے بالواسطہ تعلق رکھتی ہیں۔ بقیہ چھ ہزار ایک سو آیات کریمات دوسرے معاملات سے متعلق ہیں، یہ حدود جو قرآن کریم نے دی ہیں یعنی

حلال، حرام، مستحب وغیرہ ان کے اندر رہتے ہوئے امت کے اہل علم اپنے اجتہاد اور اجماع سے ضروری تفصیلات طے کر سکتے ہیں۔ ان تفصیلات کی قیامت تک کوئی انتہا نہیں ہوگی۔ (۴۲)

تیسرا بنیادی مضمون ہے اخلاق، تزکیہ اور احسان یعنی وہ چیز جو انسان کے جذبات اور احساسات کو منضبط کرے وہ اخلاق، تزکیہ اور احسان ہے، تزکیہ کی اصطلاح قرآن کریم میں استعمال ہوئی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (۴۳)

تزکیہ سے مراد ہے روحانی پاکیزگی کا ایسا عمل جس کے نتیجہ میں انسان اندر سے پاکیزہ ہو جائے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق اتنا مضبوط ہو جائے جتنا ہونا چاہیئے اس عمل کا نام جو تربیت کے ایک پورے نظام عمل سے عبارت ہے تزکیہ ہے جب انسان پاکیزگی اور تزکیہ کے اس طویل عمل سے گزرتا ہے تو وہ ایک ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے جو احسان کا مقام کہلاتا ہے۔ اس کا ذکر اس مشہور حدیث میں ملتا ہے جو حدیث جبریلؑ کہلاتی ہے (۴۴)۔

اس حدیث کے بموجب احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو، اور اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے (۴۵)

قرآن کریم کا چوتھا بڑا مضمون امم سابقہ کا تذکرہ قرآن مجید نے دو قسم کے تذکرے کیے ہیں ایک انبیاء کرام کا تذکرہ بنی نوع انسان کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے مختلف اوقات میں مبعوث فرمایا۔

انبیاء کرام کی سیرت کا تذکرہ جو قرآن کریم میں جا بجا بکھرا ہے۔ جب قرآن کریم کا قاری یہ تذکرہ بار بار پڑھتا رہے گا تو اس کے سامنے یہ سارے انسانی اوصاف اور اخلاقی خصائل متشکل ہو کر آتے رہیں گے قرآن مجید کا پڑھنے والا انبیاء کرام کی روحانی معیت میں زندگی گزارے گا۔ ہر وقت اس کے سامنے یہ مناظر رہیں گے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے کیسے صبر کیا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے کیسے شکر کیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیسے قربانی دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیسے حق بات کہی۔ انسانی ذہن اور کردار سازی پر اس کا جو اثر ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے وہ واضح ہے۔ (۴۶)

ان تمام خوبیوں اور کمالات کا مجموعہ سرکار دو عالم ﷺ کی ذات گرامی ہے اگر قرآن کریم کا قاری قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھتا ہے تو روحانی طور پر وہ انبیاء کی معیت میں زندگی گزارتا ہے۔ یہ ان لوگوں کا تذکرہ ہے جو قرآن کریم کی نظر میں مثبت رول ماڈل ہیں۔ دوسرا تذکرہ امم سابقہ کے حوالہ سے ان منفی کرداروں کا ہے جو گمراہی اور انحراف کا نمونہ ہیں۔ جن میں فرعون قارون ہامان وغیرہ شامل ہیں۔ (۴۷)

یہ وہ مضامین ہیں جو امم سابقہ کے حوالہ سے قرآن کریم میں آتے ہیں، ایک اعتبار سے یہ عقیدہ کی تکمیل ہیں کہ ان واقعات کے تذکرہ سے عقیدہ مضبوط ہوتا ہے ایک اعتبار سے یہ احکام کی تکمیل ہیں کہ ان سے احکام پر عمل کرنے میں آسانی ہوتی ہے اور ایک اعتبار سے یہ اخلاق کی تکمیل ہیں کہ ان سے اخلاق روشن ہوتے ہیں، اس طرح یہ دراصل گزشتہ تینوں بنیادی مضامین کا یعنی عقائد، احکام، اخلاق کا تکملہ اور تتمہ ہیں اور ان تینوں کو Reinforce کرنے کے لیے ہیں۔

پانچویں اور آخری چیز جو ان چاروں کو reinforce کرتی ہے وہ موت اور مابعد الموت کا تذکرہ ہے۔ یعنی مناظر ومشاہد کے بارے میں جیسے فلم کا ایک شارٹ ہوتا ہے۔ اور مختصر ترین وقت میں بڑے بڑے مناظر دکھا دیئے جاتے ہیں اسی طرح قرآن کریم میں مختصر ترین الفاظ میں یہ امور بتائے گئے ہیں اور مقصد یہ ہے کہ قیامت کی ہولناکی کے منظر کو ذہنوں میں بیدار اور تازہ رکھا جائے۔ اس لیے کہیں حساب کتاب کا منظر ہے کہیں حشر کا منظر ہے اور کہیں جنت اور دوزخ کا ذکر ہے۔ (۴۸)

یہ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک قرآن مجید کے وہ بنیادی مضامین ہیں جو قرآن کریم کے اصل موضوع سے براہ راست متعلق، یعنی انسان کی اس موجودہ زندگی میں صلاح اور آئندہ زندگی میں فلاح کو کیسے حاصل کیا جائے۔

اس سے پتہ چلا کہ غازی صاحب نے شاہ صاحب کے علوم خمسہ کو بہت اسان اور سہل انداز میں ذکر کیا ہے۔

علوم القرآن کی موضوعات کی وسعت اور ڈاکٹر غازی کی کئی نئی جہات کی نشاندہی

معنوی لحاظ سے علوم القرآن کا میدان بہت وسیع ہے۔ آج سے ایک ہزار سال پہلے مفسر قرآن اور فقیہ قاضی ابو بکر ابن العربی نے مسلمانوں کے کل علوم کی تعداد کا شمار تقریباً سات سو (700) بتایا تھا۔ ان سب علوم کو بالواسطہ یا بلا واسطہ سنت رسول ﷺ کی شرح اور سنت رسول ﷺ کو قرآن کریم کی شرح قرار دیا اور اس اعتبار سے سارے علوم وفنون علوم القرآن کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جلال الدین سیوطی نے ابن النقیب کے حوالے سے علوم القرآن کی تین اقسام بیان کی ہیں۔

اول: ایسا علم جس کو خدا تعالیٰ نے مخلوق ظاہر نہیں فرمایا۔

دوم: ایسا علم جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے اسرار اور راز ہیں۔ اور جنہیں صرف نبی ﷺ پر ظاہر فرمایا۔

سوم: ایسا علم جو آپ ﷺ کو انسان کی تعلیم کے لیے سکھایا گیا چاہے وہ ظاہری ہو یا پوشیدہ اس میں محکمات ومتشابہات کی تقسیم ہے جس میں متشابہ آیات کی تاویل ہوتی ہے (۴۹)۔

شاہ ولی اللہؒ کے بعد علوم القرآن کے مجال میں لکھنے والے علماء نے انہی کی پیروی کی ہے اوانہی کی بیان کردہ نکات کی توضیح وتشریح کی۔ البتہ ڈاکٹر محمود احمد غازی نے شاہ ولی اللہ کے مؤقف کے مطابق علوم القرآن میں وسعت اور اس میدان میں نئی حکمت عملی کی نشاندہی کی ہے۔ جو کہ درج ذیل ہے:

ا۔ علوم القرآن اور اصول تفسیر کے ضمن میں بہت سے قواعد وضوابط خود حضور ﷺ نے بیان کردیئے ہیں۔ ایسے ہی بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین نے بیان فرمائے اور امت نے پیروی کی لیکن ہر صدی اور ہر دور میں قرآن کریم کے مفسرین کو نئی نئی تفسیریں لکھنے کی ضرورت کا احساس ہوا۔

ب۔ قرآن کریم علوم ومعارف کا گنجینہ ہے۔ یہ ہر دور کے لیے کتاب ہدایت اور دستور العمل ہے، اہل علم کا فرض ہے کہ وہ اپنے اپنے دور کے انسانون کے لیے قرآن کریم کی تعبیر، تشریح وتفسیر کریں۔

ج۔ نئے علم تفسیر، علوم القرآن اور اصول کی ضرورت ہے تا کہ ہر نئی آنے والی صورت حال میں قرآن کریم کے احکام کو اس پر منطبق کرنے کا عمل جاری رہ سکے، اس مقصد کے لیے تفسیر کے اصول اور تشریح کے نئے قواعد درکار ہیں۔

د۔ جن علوم ومعارف کو علوم القرآن کہا جاتا ہے ان سب سے علم تفسیر میں کام لیا جاتا ہے۔ یہ علم تفسیر کے آواز اور آلات ہیں جن سے قرآن کریم کی تفسیر اور تشریح کی جاتی ہے تفسیر اس عمل کا نام ہے جس کی رو سے قواعد اور اصول تفسیر کا انطباق کر کے قرآن کریم کے معانی دریافت کیے جاتے ہیں۔

ھ۔ علوم القرآن کی با قاعدہ داغ بیل دوسری ہجری تک پڑ چکی تھی اور حدود متعین ہوگئی تھیں پھر جیسے جیسے علم تفسیر کا ارتقاء ہوتا گیا نئے نئے علوم وفنون بھی پیدا ہوتے گئے۔(۵۰)

و۔ مطالعہ قرآن کے ابھی اتنے اچھوتے میدان موجود ہیں جو ابھی تک زیر غور نہیں لائے گئے اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ ابھی علوم القرآن کے کتنے صدف اور ان میں کتنے گوہر پنہاں ہیں۔(۵۱)

عصر جدید مطالعہ قرآن اور علوم القرآن کریم سے مقاصد کے حصول کا مطالعہ کرتا ہے۔ ملت اسلامیہ کو موجودہ زوال آمادہ صورت حال سے باہر آنے کے لیے قرآن کریم سے اخذ واستنباط فکر کے لیے واضح مقاصد کا تعین کرنا ہوگا ۔ڈاکٹر محمود غازی اسے دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

اول: تطہیر فکر

دوم: تعمیر فکر

تطہیر فکر کے تحت رائج الوقت علوم وفنون کا قرآن کریم کے نقطہ نظر سے تنقیدی جائزہ لے کر صداقت وغیر صداقت کا امتیاز واضح کرنا شامل ہے یہ وہ پہلا عمل ہوگا جس سے رائج الوقت غالب نظریات میں موجود نقائص سامنے آئیں گے مثال کے طور پر فلسفہ، سائنس، فلسفہ سیاست، معاشیات، عمرانیات، نفسیات وغیرہ میں موجود خامیوں کی نشاندہی مطلوب ہو۔ جبکہ اس کے بعد تعمیر فکر کا مرحلہ آتا ہے۔

قرآنی فکر اور عصری فکر کے درمیان امتیازات اور خامیوں کی نشاندہی کے بعد تعمیر فکر کا مرحلہ آتا ہے اس میں قرآنی نقطہ نگاہ سے تمام قدیم وجدید علوم کی ترتیب نو اور تشکیل جدید شامل ہے قرآنی اصولوں کی روشنی میں علوم کی تدوین نو کر کے اسے عصر جدید میں کارآمد بنانا ہے۔(۵۲)

علوم القرآن کا بے پناہ ذخیرہ مسلم تفسیری ادب کا مسلسل حصہ چلا آرہا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ اضافہ ہو رہا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا رہے گا۔ لیکن دور جدید میں یہ علوم (علوم القرآن) مؤثر نہ رہے اس کے دو سبب ہیں۔

اول: یہ کہ علوم القرآن کو بتدریج ایک تفسیری شعبہ قرار دے کر محض داخلی میدان تک محدود کر دیا گیا۔ ایسے میں انسانی فکری بصیرت ایک دائرے میں مقید ہوگئی۔

دوم: دوسرا سبب یہ ہے کہ عصری علوم اور فنون کو قرآنی علوم کے اثر سے دور کر دیا گیا۔ اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ متکلم اور مفسر پیدا نہ ہو سکے جو عصری اثرات کو علوم القرآن کا حصہ بنانے کا داعیہ پاتے (۵۳)

ڈاکٹر محمود احمد غازی کے نزدیک وقت کا تقاضا ہے کہ نئے چیلنجز اور تازہ مسائل سے عہدہ برآ ہونا حجیت قرآنی بھی ہے اور قرآنی علوم کے مطالعہ کے لیے ایک وسیع میدان بھی ہے (۵۴)

علوم القرآن کے تحت مرتب شدہ قواعد وضوابط کے مطالعہ وتفسیر کا ابتدائی دروازہ بھی ہے اس دروازہ کی جب تک توسیع نہیں ہوتی جدید علمی دریافتوں کو قرآنی علوم کی کسوٹی پر پرکھنا مشکل ہے اور مطالعہ قرآن کی نئی جہتوں کا تعین ممکن نہیں۔

تاریخی طور پر قرآنی مطالعہ وتفسیر کے لیے جن قواعد وضوابط اور اصول کو علوم القرآن کی اصطلاح دی گئی ہے بنیادی طور پر یہ مطالعہ قرآن کریم اور تفسیر کے امدادی علوم ہیں جو قرآن کریم کے داخلی معنوں تک پہنچنے میں معاون ہوتے

ہیں۔جس طرح علوم الحدیث علوم الفقہ بھی تفسیر قرآن کے معاون علوم ہیں۔تفسیر قرآن کے لیے یہ علوم عہد بہ عہد مرتب ہوئے ہیں، دور جدید آج پھر ان علوم میں وسعت کا متقاضی ہے جدید مسائل کو قرآن کریم کی کسوٹی پر پرکھنے کے لیے علوم القرآن کے دائرے کو وسیع کرنے کی ضرورت ہے۔علوم لقرآن کی زیادہ تر قواعد وضوابط قرآن کریم کے لفظی و داخلی معنوں کی خاطر مرتب ہوئے ہیں۔خارجی ترقی اور عصری علوم کو زیر بحث لانے کے لیے مزید قواعد وضوابط درکار ہیں ۔علامہ بدرالدین زرکشی نے ۴۸ اور علامہ جلال الدین سیوطی نے اضافہ کر کے ۸۰ قواعد اور انواع کو علوم القرآن میں شامل کیا۔شاہ ولی اللہؒ نے اس میدان میں اور نئی جہتیں تلاش کیں جو علوم القرآن اور اصول التفسیر کو مؤثر بنانے کے لیے ایک اہم قدم تھا ڈاکٹر محمود احمد غازی بھی علوم القرآن کے عصر جدید کے تقاضوں کے مطابق نتیجہ خیز بنانے کے داعی ہیں۔

ان محاضرات کو پڑھ کر علوم القرآن کی وسعت، گہرائی اور جامعیت کا اندازہ ہوتا ہے۔اور اسلام کی شاندار علمی ماضی قدیم ورثہ اور اسلاف کے کارناموں پر اعتماد اور اطمینان بڑھتا ہے۔ایک نہایت حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس قدر وسیع علم رکھنے والی شخصیت اپنی ذاتی رائے اور خیال ظاہر کرنے میں حد درجہ احتراز سے کام لیتے ہیں۔

ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ نے درس وتدریس قرآنی اور علوم القرآن کا اکابر پرستی اور دوہرے معیار پر کڑی تنقید کی ہے، فرماتے ہیں ''ہمیں درس قرآن کریم کے حلقے منظّم کرنے ہیں۔لوگوں کو بنیادی عقائد پر جمع کرنا اور شریعت کی تعلیم اس طرح دینا جہاں خود شارع نے اختلاف کی گنجائش رکھی ہے اس اختلاف کو آپ تسلیم کریں۔اب ہوتا یہ ہے جو بالکل درست نہیں ہے کہ ایک عالم کا درس قرآن کریم ہوتا ہے۔اس میں صرف اس خاص مسلک کے لوگ ہوتے ہیں جو ان عالم کا اپنا فقہی یا کلامی مسلک ہوتا ہے۔دوسرے مسلک کا کوئی آدمی حاضرین اور سامعین میں موجود نہیں ہوتا۔ترجمہ قرآن کریم بھی اپنے مسلک کے عالم کا مخصوص ہوتا ہے۔یوں تو کسی ترجمہ یا تفسیر کو مخصوص کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے ۔جس سے آپ کا ذوق ملے اسی عالم کے ترجمہ اور تفسیر کو آپ پڑھ لیں، لیکن اگر اس سے آگے بڑھ کر یہ کہا جائے کہ فلاں ترجمہ اور تفسیر ہی کو پڑھا جائے اس کے علاوہ کسی اور ترجمہ یا تفسیر کو نہ پڑھا جائے تو یہ بات غلط ہوگی کسی کو اس بات کا حق نہیں پہنچتا کہ لوگوں کو زبردستی اپنے ذوق پر جمع کرے۔

ایک اور جگہ اکابر پرستی کی بڑے اچھے انداز میں تنقید کر رہے ہیں فرماتے ہیں ''اگر غلطی ابوبکر صدیقؓ سے ہو سکتی ہے تو پھر کوئی شخص بھی غلطی سے مبرا نہیں ہے۔حضرت عمرؓ سے فہم قرآن میں چوک ہوتی ہے اور وہ اس کا برملا اظہار کرتے ہیں۔ہمارے ہاں آج کل یہ کہنا آسان ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ سے غلطی ہوگئی، ہمارے لیے یہ کہہ دینا بھی بہت سہل ہے کہ امام شافعیؒ نے فلاں جگہ غلطی کی او یہ کہہ دینا بھی آسان ہے کہ امام مالک نے فلان بات صحیح نہیں سمجھی،

ہماری دینی درسگاہوں میں روز یہ تنقیدی تبصرے ہوتے رہتے ہیں ۔لیکن یہ کہنے کی کسی کی مجال نہیں ہے کہ مولانا تھانوی یا مولانا مودودی یا مولانا احمد رضا خان سے بھی غلطی ہوئی ہے ۔کوئی ذرا یہ جرأت کر کے دیکھے،ان کے مرید ین سر توڑ دیں گے اور اسلام سے خارج کر کے دم لیں گے''۔(۵۵)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کی تمام حسنات کو اعلیٰ درجے میں قبول فرما کر ان کے''محاضرات قرآنی'' کو ان کے لئے صدقہ جاریہ بنادے ۔اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور جنت الفردوس میں اپنے شایان شان مقام رفیع عطا فرمائے ۔آمین

حوالہ جات وحواشی

۱۔ سورۃ العلق:۱

۲۔ السیوطی،جلال الدین،الاتقان فی علوم القرآن،ادارہ اسلامیات لاہور،ج اص ۲، ۱۹۸۲ء

۳۔ ال عمران ۔۱۶۴

۴۔ اس حقیقت کے اعتراف میں کسی کو انکار نہیں کہ برصغیر میں ترجمہ قرآن کی بنیاد ڈالنے والے شاہ ولی اللہ تھے ۔ان کے فارسی ترجمہ وتفسیر کے بعد ان کے بیٹوں نے قرآن کریم کے اردو تراجم کیے اور بعد میں ایک سلسلہ چل نکلا کہ برصغیر کی تقریباً ہر قابل ذکر زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ ہوا اور اللہ تعالیٰ کا پیغام براہ راست بندوں تک پہنچا۔

۵۔ شاہ ولی اللہ''الفوز الکبیر'' مکتبہ برھان اردو بازار دہلی ۱۹۵۵ھ ۵

۶۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی''محاضرات قرآنی''الفیصل ناشران وتاجران کتب،اردو بازار لااہور ص ۷۔۸

۷۔ پیش نظر مذکورہ اشاعت ۱۹۲ صفحات پر مشتمل ہے جو کہ دار الفکر بیروت کی کاوش ہے۔

۸۔ الزرکشی برھان الدین،البرھان فی علوم القرآن ص

۹۔ جلال الدین سیوطی (۸۴۹ھ۔۹۱۱ھ) کا پورا نام حافظ عبد الرحمٰن بن الکمال ابو بکر بن محمد بن سابق الدین بن الفخر عثمان السیوطی لقب جلال الدین اور کنیت ابوالفضل ،حدیث فقہ،نحو،معانی بیان ،بدیع میں ماہر تھے ۔تین سو کتابوں کے مصنف ہیں ۔بعض کے نزدیک ۴۶۰ اور بعض کے نزدیک ۵۰۰ کتب ہیں ۔ملاحظہ مقدمہ''الاتقان فی علوم القرآن''

۱۰۔ سیوطی الاتقان فی علوم القرآن ۔ص ۳۲

۱۱۔ ان کتب کے نام الاتقان کے مقدمہ میں درج ہیں۔

۱۲۔ علامہ سیوطی کی تفسیر جلالین کے علاوہ مجمع البحرین ومطلع البدرین ہے،التحبیر فی علوم التفسیر اس کا مقدمہ ہے۔

۱۳۔ مقدمہ الاتقان فی علوم القرآن بیروت ۲۰۰۷ء۔

۱۴۔ سید سلمان ندوی (مرتبہ) مقالاتِ شبلیؒ جلد اول نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد ۱۹۸۹ء ص ۲۹۔
۱۵۔ بدرالدین زرکشی ''البرھان فی علوم القرآن'' میں یہ فہرست ص ۲۹ جلد اول پر موجود ہے۔
۱۶۔ جلال الدین سیوطی نے خصوصی طور پر ان دو کتابوں ''البرھان فی علوم القرآن'' اور ''مواقع العلوم من مواقع النجوم'' کو پیش نظر رکھا۔
۱۷۔ ڈاکٹر صبحی صالح ''علوم القرآن'' یہ کتاب بیروت اور مصر سے کئی دفعہ شائع ہو چکی ہے، پاکستان میں غلام احمد حریری نے اس کتاب کا اردو میں ترجمہ کیا ہے جو کہ کئی بار چھپ چکی ہے۔
۱۸۔ محاضرات قرآنی ص:۹
۱۹۔ محاضرات قرآنی، ص:۹
۲۰۔ محاضرات قرآنی، ص:۲۸۳
۲۱۔ محاضرات قرآنی، ص:۲۸۳
۲۲۔ محاضرات قرآنی ص ۲۸۳
۲۳۔ ایضاً، ص:۲۸۴
۲۴۔ محاضرات ص ۱۶۹۳
۲۵۔ محاضرات قرآنی، ۱۶۳، ۱۶۴
۲۶۔ شاہ ولی اللہ الدہلوی، الفور الکبیر ص ۱۷ اشاعت اسلام کتب خانہ محلّہ جنگی پشاور
۲۷۔ ایضاً، ص ۱۸
۲۸۔ ایضاً، ص ۱۸
۲۹۔ شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر ص: ۱۷
۳۰۔ شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر، ص ۳۰
۳۱۔ الفوز الکبیر ص ۳۳
۳۲۔ الفوز الکبیر ۳۲، ۳۳
۳۳۔ الفوز الکبیر ص ۳۵
۳۴۔ محاضرات ص ۳۵۷
۳۵۔ محاضرات ۔ ۳۵۸۔۳۶۱، بتصرف
۳۶۔ محاضرات ص ۳۶۱۔۳۶۳
۳۷۔ محاضرات ص ۳۶۴۔۳۶۵
۳۸۔ النازعات، ۲۳، ۲۴

۳۹۔ بنی اسرائیل،۷۰

۴۰۔ الاعراف :۱۵۷

۴۱۔ سورۃ الحج ۷۸

۴۲۔ محاضرات ص۳۶۷

۴۳۔ البقرۃ:۱۲۹

۴۴۔ حدیث تخریج اور متن

۴۵۔ محاضرات ص۳۶۸

۴۶۔ محاضرات ص۳۶۹۔۳۹۱ (تصرف)

۴۷۔ محاضرات ص۳۷۲

۴۸۔ محاضرات ص۳۷۳

۴۹۔ سیوطی الاتقان،نوع ۷۸ ص۸۶۹

۵۰۔ محاضرات قرآنی۔۱۵۰۔۱۶۰

۵۱۔ محاضرات،ص ۱۵۰۔۱۶۰

۵۲۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی،مرتب ومدون ادب القاضی ص۱۶۔۱۸

۵۳۔ محاضرات قرآنی ص۳۷

۵۴۔ ایضاً، ص۳۸

۵۵۔ محاضرات قرنی،ص:۴۰۱